پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اور ضیاء القرآن

سید محمد احمد نقوی قادری
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

پیر محمد کرم شاہ الازہری (۱۹۱۸۔۱۹۹۸)

پیر محمد کرم شاہ الازہری نسبتاً ہاشمی قریشی اور مسلکاً حنفی ہیں۔ آپ کی ولادت یکم جولائی ۱۹۱۸ء، ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ دوشنبہ کو بعد نماز تراویح بھیرہ شریف میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۲۱ واسطوں سے حضرت غوث العالمین بہاء الحق ابوذکریا ملتانی سے ملتا ہے۔(۱)

آپ کے جد امجد حضرت امیر شاہ (۱۸۳۷۔۱۹۲۷) نے آپ کا نام محمد کرم شاہ رکھا۔ آپ کی کنیت "ابوالحسنات" ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے محمد امین الحسنات کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر بھیرہ ضلع سرگودھا میں حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء/۱۳۵۵ھ میں گورنمنٹ ہائی اسکول بھیرہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ساتھ ہی اپنے والد پیر محمد شاہ غازی کے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ یہاں آپ نے جن اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا عبدالحمید (۲) مولانا محمد قاسم (۳) مولانا محمد دین بدھوی (۴) مولانا غلام محمود ساکن پپلاں ضلع میانوالی۔(۲)

۱۹۴۰ء/۱۳۵۹ھ میں اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ ۶۰۰ میں سے ۵۱۲ نمبر لیکر فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے اور پورے پنجاب میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔(۳)

علوم عقلیہ ونقلیہ کی فراغت کے بعد دورہ حدیث کا مرحلہ آیا تو اپنے والد اور مرشد گرامی حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے درس حدیث میں شریک ہوئے اور ۱۹۴۳ء/۱۳۶۲ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ استاد محترم نے دستار فضیلت حضرت دیوان صاحب آل رسول سید اجمیری سے بندھوائی۔ ۱۹۴۵ء/۱۳۶۲ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۵۱ء/۱۳۷۰ھ میں آپ جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) گئے۔ وہاں چھ سالہ کورس ساڑھے تین سال کے عرصہ میں مکمل کیا اور ۱۹۵۴ء/۱۳۷۳ھ میں جامعہ کی اعلیٰ اسناد "الشہادۃ العالیہ" اور "تخصص القضاء" حاصل کیں اور امتحان میں جامعہ کے تمام طلبہ میں دوسری پوزیشن پر رہے۔ ازہر میں انہوں نے انیس عبادہ، شیخ محمد البناء، محمد مصطفیٰ شبلی اور احمد زکی جیسے اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔

جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد آپ وطن واپس لوٹے اور دارالعلوم محمدیہ رضویہ بھیرہ میں تدریس شروع کی۔ اس کے

علاوہ انہوں نے ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں ماہنامہ ضیائے حرم کا اجراء کیا۔ وہ بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

بچپن میں آپ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے بیعت ہوئے اور تحصیل علوم کے بعد خواجہ قمر الدین سیالوی سے تجدید بیعت کی۔ بعدازاں خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ کے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے طلبہ کو آپ نے قدیم دینی اور جدید عصری علوم کے حسین امتزاج سے ایک نیا نصاب تعلیم تشکیل دیا اور اُسے اپنے ادارے میں نافذ کیا۔ طلبہ کو درس نظامی کے ساتھ ساتھ فاضل عربی اور دورہ حدیث کے علاوہ بی اے تک کی تعلیم دی جاتی ہے کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ اس ادارہ سے فارغ ہونے والے عالم دین کی دونوں آنکھیں بینا ہوں تاکہ وہ میدان عمل میں پورے اعتماد سے اپنا کردار ادا کر سکے۔ یہ عظیم الشان درسگاہ اپنے تریسٹھ (۶۳) سال پورے کر چکی ہے۔

۱۹۷۷ء/۱۳۹۷ھ میں پاکستان قومی اتحاد کی قیادت کے پرزور اصرار پر این اے ۶۴ سے الیکشن لڑا بعدازاں تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء/۱۳۹۷ھ کے سلسلہ میں عدالت نے آپ کو چار ماہ کی قید بامشقت کی سزا سنائی۔ جیل میں آپ نے تفسیر ضیاء القرآن کا کچھ حصہ لکھا۔

آپ کے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں آٹھ سو طالب علموں کے لئے دارالاقامہ تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح طالبات کیلئے ایک الگ دارالاقامہ تعمیر ہو چکا ہے اور یہ ادارہ آپ نے بنات الاسلام کی تعلیم و تربیت کیلئے مارچ ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ میں ''الکلیہ الغوثیہ للبنات'' کے نام سے نیا ادارہ قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے بھی قبولیت اور شہرت عطا فرمائی جبکہ اساتذہ کیلئے الگ رہائشی مکانات بنائے گئے ہیں۔ دارالعلوم میں واقع آڈیٹوریم کے سامنے ایک خوبصورت اور وسیع و عریض باغ بنایا گیا ہے۔

تصانیف

جاحظ کا قول ہے ''یہ قلم ہی ہے جو ہم تک ماضی کا علم پہنچاتا ہے اور آنے والوں کیلئے زمانہ حال کا علم محفوظ کر دیتا ہے'' (۴)

آپ علیہ الرحمہ قلم کی اس اہمیت سے پوری طرح واقف تھے۔ اسی لئے آپ نے امت مسلمہ کیلئے بہت سے اپنی قلمی شاہکار اور اپنی تصانیف چھوڑی ہیں۔

ضیاالقرآن

یہ پانچ جلدوں میں ہے، ہینتیس سو صفحات پر مشتمل یہ تفسیر انیس سال کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

جمال القرآن

تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے اسے ''جمال القرآن'' کے نام سے الگ سے شائع کر دیا گیا ہے۔

ضیاء النبی

رسول کریم ﷺ کی سیرت پر سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو حکومت پاکستان اور حکومت آزاد جموں کشمیر کی جانب سے پہلا سیرت ایوارڈ بھی دیا گیا۔ (۱۹۹۴ء/۱۴۱۴ھ)

سنت خیر الانام

یہ کتاب انہوں نے اس وقت لکھی جب وہ ۱۳۷۳ھ میں جامعہ ازہر مصر میں زیر تعلیم تھے۔حدیث پر ایک اچھی کتاب ہے جو ۱۹۵۵ء/۱۳۷۴ھ میں مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے طبع ہوئی۔

خدمات

پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات عہد ساز میں دینی وعلمی حوالے سے حسب ذیل خدمات انجام دیں:

- پیر صاحب دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے پرنسپل، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ٹرسٹ، لاہور کے صدر اور ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور کے مؤسس، مدیر اعلیٰ اور سرپرست رہے۔مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ممبر رہے۔(۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۴ء تک) پھر کمیٹی کے چیئرمین رہے۔
- فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے جج رہے۔
- اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں بورڈ آف گورنرز کے ممبر رہے۔
- اسلامی یونیورسٹی آزاد کشمیر میں ٹیچرز سلیکشن بورڈ کے چیئرمین رہے۔
- انسٹی ٹیوٹ آف ہائر اسلامک اسٹڈیز میرپور، آزاد کشمیر کے بورڈ آف گورنرز کے ممبر رہے۔
- سنی سپریم کونسل جماعت اہل سنت (پاکستان) کے سرپرست اعلیٰ رہے۔۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۴ء تک
- صدر پاکستان نے انہیں ستارۂ امتیاز اور مصری صدر حسنی مبارک نے حسن کارکردگی کے میڈل سے نوازا۔(۵)
- ۱۹۸۰ء۔۱۹۸۲ء سپریم کورٹ آف پاکستان شریعت اپیلیٹ بنچ کے جج رہے۔
- ۱۹۸۱ء۔۱۹۸۶ء قائد اعظم یونیورسٹی سنڈیکیٹ اور سینیٹ کے ممبر رہے۔
- ۱۹۸۱ء۔۱۹۸۵ء فیڈرل بورڈ آف علماء کے ممبر رہے۔
- ۱۹۸۶ء۔۱۹۹۴ء انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد کے ٹرسٹی رہے۔
- ۱۹۸۴ء۔۱۹۹۴ء عالمی دار المال اسلامی کے سپروائزری بورڈ کے رکن رہے۔

غیر ملکی دورے

۱۹۷۷ء ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر آپ نے انگلینڈ کا دورہ کیا۔اسی سال آپ ناروے بھی گئے۔روس کا دورہ کرنے والے وفد میں بھی آپ شامل تھے جو وہاں کے مسلمانوں کے حالات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے روس کے علماء کی دعوت پر کیا گیا تھا۔

۱۹۸۰ء آپ نے جاپان کا دورہ کیا۔حکومت پاکستان نے اس دورے کا قائد آپ کو بنایا۔۲۰ فروری ۱۹۸۱ء ایک پاکستانی وفد نے انڈیا کا دورہ کیا جس کے لیڈر آپ تھے۔

مندرجہ بالا سرکاری دوروں کے علاوہ آپ نے ذاتی طور پر درج ذیل ممالک کے دورے کئے:

۱۹۸۶ء جرمنی

۱۹۸۸ء یوکے

۱۹۹۰ء ترکی

۱۹۹۱ء یو ایس اے

۱۹۹۳ء مصر

۱۹۹۶ء یو ایس اے دوبارہ تشریف لے گئے وہاں نیو جرسی کے میئر سے ایوارڈ حاصل کیا۔(۶)

آپ کے علمی و تحقیقی فتوحات اور کامرانیوں کا سلسلہ جاری تھا کہ ۹ و ۱۰ ذوالحجہ کی درمیانی شب ۹ بج کر ۲۷ منٹ پر ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء کے دن پیر صاحب اپنے حلقہ احباب کو چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ پسماندگان میں بہت بڑی تعداد میں مریدوں کے علاوہ چھ بیٹے چھوڑے ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے امین الحسنات شاہ نے بھیرہ میں سجادہ نشینی اور دارالعلوم میں پرنسپل کی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔

مقدمہ

چودھویں صدی ہجری کے آخر میں ایک ایسی تفسیر منظر عام پر آئی جو اختصار و جامعیت کا ایک بہترین اور حسین شاہکار ہے۔ یہ قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک مکمل تفسیر ہے۔ اس کی پانچ جلدیں ہیں اور بڑے حجم میں ۳۵۸۰ صفحات ہیں۔ یہ تفسیر نہ اتنی مختصر ہے کہ بات ادھوری ہو اور نہ اتنی مفصل ہے کہ قاری کو بیزار کردے۔ ہاں دونوں کے درمیان۔ گویا کہ دور حاضر کے قاری کی ضرورت کے مطابق تحریر اتنی دلکش اور دلفریب کہ قرآن کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اردو بھی اچھی ہو جائے، قدیم وجدید حوالہ جات سے مزین، عربی اردو تفاسیر کی منتخب عبارات سے بھرپور ہے۔ یہ فرقہ واریت سے دور اعتدال پسندی سے بھرپور ہے یہاں تک کہ اس کی تنقیدات بھی ادب و احترام سے مالا مال، اس لئے سب کے ہاں یکساں قابل قبول اور یہ ہے تفسیر ضیاء القرآن جو کہ عصر حاضر کے عظیم صوفی بزرگ، عظیم مفکر، دنیائے اسلام کے عظیم عالم دین پاکستان کے وفاقی شرعی عدالت کے جج ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) کے مدیر اعلیٰ مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری۔

اس کے ایک سے زائد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے یہ تفسیر اردو زبان میں قلم بندکی تاکہ قرآن کے مفاہیم ہر عام قاری کے دل و دماغ میں راہ پا سکیں۔ تفسیر کو لکھنے اور ترتیب دینے میں بیس سال کا عرصہ صرف ہوا۔ اس کی ابتداء رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ کو جب کہ تکمیل رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ کو ہوئی۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہر دلعزیز شخصیت اور دل پسند تحریر سے امت مسلمہ کے قلوب و اذہان کو در رسول ﷺ پر واپسی کی امید لگائی اور اپنے درد دل کی سوغات ہر مومن کے آنگن میں سجانے کی بھرپور سعی مشکور کی ہے لکھتے ہیں:

ملت اسلامیہ کا جسم پہلے ہی اغیار کے چرکوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ ہمارا کام تو ان خونچکاں زخموں پر مرہم رکھنا ہے۔ ان رستے ہوئے ناسوروں کو مندمل کرنا ہے، اس کی ضائع شدہ توانائیوں کو واپس لانا ہے۔ یہ کہاں کی دانشمندی اور عقیدت مندی ہے کہ

ان زخموں پر نمک پاشی کرتے رہیں۔ ان ناسوروں کو اذیت ناک اور تکلیف دہ بناتے رہیں۔(۷)

پھر ان مسائل کے حل کیلئے مقدمہ تفسیر میں اپنا اسلوب تحریر بیان فرماتے ہیں:

"میں نے پورے خلوص سے کوشش کی ہے کہ ایسے مقامات پر افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اپنے مسلک کی صحیح ترجمانی کروں جو قرآن کریم کی آیات بینات احادیث صحیحہ یا علمائے امت کے ارشادات سے ماخوذ تھے تا کہ یا دان دوستوں کی غلط امیزیوں یا اہل غرض کی بہتان تراشیوں کے باعث حقیقت پر جو پردے پڑ گئے ہیں، اٹھ جائیں اور حقیقت آشکارا ہو جائے"(۸)

ضیاء القرآن کا بے شمار پہلوؤں سے جائزہ ایک ایسا موضوع ہے جو پر کچھ لکھنا مجھ جیسے کم علم شخص کیلئے ایک بہت بڑی سعادت کی بات ہے، پیر صاحب نے ضیاء القرآن کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"جس میدان میں ابن جریر، ابن کثیر جیسے محدث اور مورخ، زمخشری اور ابن حیان اندلسی جیسے ادیب اور نکتہ سنج رازی اور بیضاوی جیسے متکلم اور فلسفی، ابوبکر جصاص اور ابوعبداللہ القرطبی جیسے فقیہ اور مقنن (علیہم الرحمہ) قرآن کی عظمت اور جلال کے سامنے دم بخود اور سر بگریباں کھڑے ہوں"

میرے جیسے ہیچمدان ہیچیرز کا ادھر رخ کرنا یقیناً محل تعجب وحیرت ہے۔ خدا شاہد ہے کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ مجھے یہ کام کرنا ہے یا میں یہ کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں یا اپنے فہم وادراک کے ناخن سے کسی پیچیدگی کو کھول سکتا ہوں۔ یا میرے قلم میں اتنا زور ہے کہ میرے نگارشات قرآن فہمی کے راستے سے ساری رکاوٹیں دور کر سکتے ہیں۔ ان تمام کوتاہیوں کا پورا احساس ہوتے ہوئے یہ کچھ ہو گیا۔ اس کی توجیہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ میں یہ کہوں کہ اللہ رب العزت نے چاہا اور یہ ہو گیا"(۹)

ذرا آگے چل کر ان پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جنہیں ان کے تفسیری مقاصد، اسباب یا اصول تفسیر کا عنوان دیا جا سکتا ہے۔ پیر صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے ہم اس میں سے کچھ چیزوں کو نمایاں کر کے بیان کر رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کے یہ اصول بہت قیمتی ہیں جنہیں بار بار پڑھنے اور مستحضر کرنے کی ضرورت ہے۔

اب ہم ذیل میں ضیاء القرآن کی چند خصوصیات پیش کرنا چاہتے ہیں:

مستشرقین کی آراء کا رد

اس حقیقت سے کوئی مسلمان ناواقف نہیں کہ دشمنان اسلام شروع سے مسلسل اس کوشش میں ہیں کہ مسلمانوں کے افکار ونظریات کو بگاڑا یا بدلا جائے کہ وہ نام کے تو مسلمان ہوں لیکن دین اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق باقی نہ رہے۔ قرآن کریم اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء" (وہ دوست رکھتے ہیں اگر تم بھی کفر کرنے لگو جیسے انہوں کفر کیا تا کہ تم سب یکساں ہو جاؤ)(۱۰)

قرآن کریم نے ان مذموم مقاصد اور فاسد اہداف سے پردہ اٹھادیا ہے۔ غیر مسلم قوتیں کافی حد تک اپنی کوششوں میں کامیاب ہوچکیں ہیں اور انہوں نے امت مسلمہ کے افکار ونظریات کو کافی حد تک مسخ کردیا ہے۔ بالخصوص عصر حاضر میں ہماری حالت کافی افسوسناک ہوچکی ہے اور یہ بات صاحب بصیرت لوگوں پر مخفی نہیں ہے۔ بہت سے علمائے اسلام نے اپنی علمی بساط کے مطابق ان کوششوں کے رد میں بہت جدوجہد کی ہے۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمہ نے بحیثیت ایک عالم دین کے اپنی تفسیر میں خوب کردار ادا کیا اور مستشرقین کی بعض آراء کے خوب بخیے ادھیڑے ہیں۔ آپ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں "ترتیب القرآن" کے عنوان کے تحت قرآن کریم کی ترتیب پر نصرانی مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہ تو واضح ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں اور سورتوں کی آیات کی موجودہ ترتیب وہ نہیں جس ترتیب سے ان کا نزول ہوا تھا پھر اس موجودہ ترتیب کا ماخذ کیا ہے؟ اور کس نے یہ ترتیب دی ہے؟ اکثر عیسائی مستشرقین نے اس پر لے دے کی ہے اور یہ ثابت کرنے کیلئے بڑے جتن کئے ہیں۔ موجودہ ترتیب زمانہ نبوت میں نہیں دی گئی بلکہ اس کے بعد صحابہ نے اس کو یوں مرتب کیا ہے۔ آیئے حقائق کی روشنی میں ان کے اس مفروضہ کا جائزہ لیں:

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حضورﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق قرآن کی سورتوں اور سورتوں کی آیتوں کو مرتب فرمایا ہے اور یہ موجودہ ترتیب وہی ترتیب ہے۔ اس کیلئے متعدد دلائل ہیں جن میں سے چند ایک اپنے دعویٰ کے اثبات کیلئے ہدیہ ناظرین ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ (۷۵:۱۷،۱۸) یعنی "قرآن کو جمع کرنا اور اسے پڑھنا ہمارا ذمہ ہے۔ اور جب ہم پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں" اب آپ سوچیں کہ کیا ترتیب کے بغیر جمع قرآن کا تصور کیا جاسکتا ہے کیا کسی خصوص ترتیب کے بغیر اس کی تلاوت ممکن ہے؟ جب جمع کرنے اور پڑھنے کیلئے اس کا مرتب ہونا ضروری ہے تو معلوم ہوا کہ جس ذات پاک کے ذمہ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہے اسی نے اس کو مرتب فرمایا ہے۔

(ب) تاریخی لحاظ سے آپ سوچیے عہد رسالت میں صحابہ کرام کو قرآن کریم یاد تھا بعض کو کچھ سورتیں اور بعض کو سارا قرآن، صحابہ کرام نماز میں اور اس کے باہر اس کی تلاوت کیا کرتے۔ حضور رحمت عالمیانﷺ خود بھی نماز تہجد میں دوسری نمازوں میں، عام خطبات میں کثرت سے قرآن کی قرأت فرماتے اور حضورؐ کی قرأت وترتیب اور صحابہ کی قرأت وترتیب میں قطعاً سر موفرق نہیں ہوا کرتا تھا۔ یہ وہ امور ہیں جن سے کوئی بھی انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اگر نبی کریمﷺ نے اسے حکم الٰہی سے مرتب نہیں فرمادیا تھا تو صحابہ کرامؓ کیسے اس کو حفظ کرسکتے تھے۔ کیسے اس کی تلاوت ان کیلئے ممکن تھی اور اگر حضورؐ کی مقررہ ترتیب نہیں تھی تو ہر ایک کی قرأت دوسرے سے مختلف ہونی چاہئے تھی حالانکہ ایسا نہیں تھا تو ثابت ہوا کہ قرآن کریم عہد رسالت میں مکمل طور پر مرتب فرمادیا گیا تھا اور تمام صحابہ کرامؓ اس کی پیروی اور پابندی کیا کرتے تھے۔ اس لئے عیسائی متعصبین کا یہ شعور وغوغا قطعاً کوئی وزن نہیں رکھتا

واللہ الحجۃ البالغۃ (۱۱)

۲۔ اہل یورپ مسلمانوں کے رسم ورواج، مذہبی افکار ونظریات، عورتوں کی تعظیم میں انتہاپسندی تعدادِ ازدواج کو اسلام کا سب سے بڑا عیب خیال کرتے ہیں۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ "و ان خفتم الا تقسطو فی الیتمی فانکحو ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث و ربع..... اور اگر ڈرو تم اس سے کہ نہ انصاف کرسکو گے تم یتیم بچیوں کے معاملہ میں (تو ان سے نکاح نہ کرو) اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں (ان کے علاوہ دوسری) عورتوں سے دو دو تین تین اور چار چار۔ (سورۃ نساء آیت نمبر ۳)

اسلام کے ناقدین خصوصاً اہل مغرب نے تعدادِ ازدواج کے مسئلہ پر بڑی لے دے کی ہے اور وہ مسلمان بھی اس کے متعلق بہت پریشان رہتے ہیں جن کے نزدیک خیر وشر اور حسن وقبح کا صرف وہی معیار قابل قبول ہے جو ان کے ذہنی مربیوں نے مقرر کر رکھا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند حقائق پیش کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا:

۱۔ یہ حکم نہیں جس کی پابندی پیروانِ اسلام پر لازمی ہو بلکہ یہ ایک رخصت ہے۔

۲۔ رخصت بھی بے قید وشرط نہیں بلکہ سخت قیود سے مقید اور سنگین شرائط سے مشروط۔

۳۔ طب جدید وقدیم اس پر متفق ہے کہ مرد کی طبعی کیفیت عورت کی طبعی کیفیت سے جداگانہ ہے۔

۴۔ مرد میں جنسی رغبت عورت سے کہیں زیادہ ہے جس کی ظاہر وجہ یہ ہے کہ جنسی عمل کے بعد عورت کو مدت دراز تک مختلف نازک سے نازک مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ استقرار حمل، وضع حمل، رضاعت اور ننھے بچے کی تربیت۔ یہ سارے مرحلے اسے یوں مشغول رکھتے ہیں کہ اس میں کوئی طلب کم ہی رونما ہوتی ہے لیکن مرد ان تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہوتا ہے۔

۵۔ اکثر ممالک میں عورت کی شرح پیدائش مردوں سے زیادہ ہے اس کے علاوہ جنگ آزما قوموں کے مرد ہی ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں جنگ کے شعلوں کی نذر ہوتے ہیں اس لئے عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

۶۔ تاریخ انسان جب سے مرتب کی گئی اس کے برابر اس قانونی نظام میں جس میں تعدادِ ازدواج قانوناً ممنوع ہے، زنا کی کھلی اجازت ہے اور یہ فعل شنیع اپنی ان گنت خرابیوں کے باوجود جرم ہی تصور نہیں کیا جاتا۔

۷۔ کیا بیوی اور اس کے بچوں کیلئے اس کے خاوند کی دوسری بیوی قابل برداشت ہے یا اس کی داشتہ ذہنی، روحانی، مادی اور جسمانی صحت کے جملہ پہلوؤں پر غور فرمایئے۔

۸۔ کیا کسی باحیت وباغیرت عورت کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ گھر کی مالکہ بن کر رہے، اس کا خاوند اس کے آرام کا ذمہ دار، اس کی ناموس کا محافظ ہو اس کی اولاد جائز اولاد متصور ہو اور معاشرے میں اسے باعزت مقام حاصل ہو یا ایسی عورت بن کر رہے جس کا حسن وشباب ہوسناک نگاہوں کا کھلونا بن کر رہے اور نہ ہی کوئی اس کی اولاد کا باپ بننا گوارہ کرے اور نہ کوئی دوسری ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہو۔

۹۔ کیا یورپ اور امریکہ اپنی تمام سائنسی ترقی کے باوجود حرامی بچوں اور کنواری ماؤں کی تعداد میں ہوش ربا اضافہ کے باعث پریشان ہیں۔ (یو۔این۔او) کی رپورٹ کے مطابق بعض یورپی ممالک میں ناجائز ولادتوں کا اوسط ساٹھ فیصد تک پہنچ گیا ہے۔

یہی حقائق ہیں جن کو تسلیم کرتے ہوئے، یہی مشکلات ہیں جن کا حل پیش کرتے ہوئے اسلام نے (جو دین فطرت ہے) ضرورت کے وقت ایک سے زائد بیوی سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ خود مغرب کے کئی مفکر اپنے معاشرہ کی اخلاقی پستی اور اس میں ایسی عورتوں اور ناجائز بچوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر چیخ اُٹھے ہیں اور برملا کہنے لگے ہیں کہ قرآن کے قانون پر عمل کیے بغیر اب کوئی چارہ کار نہیں۔ (۱۲)

معاشرتی برائیوں پر تنقید

۱۔ ہمارے مفسر محترم جس دور کی نمائندگی کرتے ہیں وہ دور یوں تو علمی ترقی اور تحقیقی سرفرازی کا دور کہلاتا ہے مگر اس میں فکر وفساد کا ایسا الجھاؤ بھی موجود ہے جو اخلاق سوز اور کردار کش رویوں کو یوں جنم دے رہا ہے، ایک حساس وجود جس کے دل میں اطاعت رسول ﷺ کا بے پناہ جذبہ موجزن ہو وہ ان حیا سوزیوں کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔ اس لئے فاضل مفسر جہاں بھی کوئی مناسبت محسوس کرتا ہے انداز و تنبیہ کا رویہ بھی اپناتا ہے اور پست کرداری کی برملا نشاندہی بھی کرتا ہے۔ لباس انسان کیلئے حفاظت کا سامان بھی ہے اور زینت کا باعث بھی مگر مغربی افکار نے انسان کو اس قدر عریاں کر دیا ہے کہ شرم وحیا کا جو بحران پیدا ہوتا جارہا ہے، اس کرب کا اظہار الاعراف کی آیت ۲۶ کے تحت ہوا جہاں بنی آدم کو بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر لباس بھی اتارا جو شرمگاہوں کو ڈھانپتا اور باعث زینت بھی ہے۔ اس ارشاد ربانی کے حوالے سے ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے ارشادات سنئے:

عرب کے بعض مشرک قبیلے طواف کعبہ کے وقت اپنا لباس اُتار دیتے، مرد اور عورتیں مادرزاد برہنہ ہو کر طواف کعبہ کرتے اور اسے کمال تقویٰ خیال کیا جاتا۔ نہ صرف عرب بلکہ دنیا کی اکثر قومیں اپنی مذہبی رسوم وعبادات کی ادائیگی کے وقت شرم وحیا کی چادر اُتار پھینکتی ہیں۔ ہردوار اور بنارس میں اشنان کرنے والوں کے متعلق کسے معلوم نہیں کہ وہاں عریانی اور برہنگی کا کتنا شرمناک مظاہرہ کیا جاتا ہے اور آج تو ثقافت وفن کی کسی محفل میں گرمی پیدا ہی نہیں ہوتی جب تک شرم وحیا کی ساری قدروں کو پاؤں تلے نہ روند ڈالا جائے۔ اسی لئے یہاں خطاب کسی خاص قوم یا قبیلہ کو نہیں بلکہ لباس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اولاد آدم کو خطاب فرمایا جارہا ہے۔" (۱۳)

۲۔ اسی طرح اعراف آیت ۸۱، میں امرد پرستی کی مذموم حرکت کا ذکر آیا تو روح عصر کا بیدار مفسر پکار اٹھا، انسان پریشان ہو کر رہ جاتا ہے جب وہ یہ پڑھتا ہے کہ اس ذلیل اور پلید فعل کو جس سے انسان کی عقل سلیم کو طبعی نفرت ہے صرف عہد قبل از تاریخ کے اہل سدوم نے ہی اپنے لئے پسند نہیں کیا بلکہ یونان کے بڑے بڑے فلسفی اس کو ایک جائز اور پسندیدہ فعل شمار کیا کرتے تھے اور تہذیب جدید کے موجد (یورپ) اور سرپرست (امریکہ) کے بڑے بڑے اہل قلم اس کو

قانونی طور پر جائز قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں، کئی ممالک نے اسے قانونی طور پر جائز کر دیا ہے جن میں جرمنی کو سبقت حاصل ہے۔(۱۴)

۳۔ عصری تقاضوں کو نظر انداز کر دینا ایک صاحب نظر وجود کیلئے ناممکن ہے۔ قرآنی تعلیمات کو حالات حاضرہ پر نافذ نہ کرنا اسلام کی آفاقیت سے انکار ہے۔ ضیاء الامت علیہ الرحمہ جہاں قرآنی کلمات کی تشریحات، اسلوب کلام، مدرتیں اور معانی و مفاہیم کی تمام جہتیں پیش نظر رکھتے ہیں وہاں آپ ان آیات سے ان استخراجات کو بھی تفسیر کا حصہ بناتے ہیں جن میں عصر موجود کیلئے راہنمائی کا سامان ہوتا ہے۔ آیت ۵۶ میں زمین میں فساد برپا کرنے سے روکا گیا کہ اس سے وہ تمام اصلاحی کاوش کمزور ہوتی ہیں جو کہ نفی فی الارض کا مقصد ہے اس لئے لفظی و معنوی وضاحت کے ساتھ اس جانب بھی اشارہ کرتے ہیں:

> "ہر قسم کی فساد انگیزی سے منع کیا جا رہا ہے، چشموں کو بند کرنا، نہروں کو توڑ پھوڑ دینا، باغات کو اکھاڑ دینا، کھیتوں کو اجاڑ دینا، کارخانوں کو برباد کر دینا، تجارت و صنعت میں دھوکہ بازی کرنا، حکومت وقت کے خلاف بلاوجہ سازشیں کرنا، غرض یہ کہ ہر قسم کی تخریبی کاروائی جس سے ملک کی معاشی و اقتصادی خوشحالی متاثر ہو یا اس کے سیاسی استحکام کو نقصان پہنچے۔ اسی طرح عقائد حقہ میں کجی احکام میں شرع میں اپنی اغراض کیلئے تحریف، غیر اسلامی عادات و اطوار کو اپنانا، اسلامی تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر غیر اسلامی تہذیب اور ملحدانہ تمدن کو اختیار کرنا، یہ سب ممنوع ہیں۔ اور یہ دونوں قسمیں قرآن کی اصطلاح میں فساد فی الارض کے عنوان کے نیچے مندرج ہیں۔(۱۵)

اس آیت میں ان لوگوں کیلئے بھی وارننگ ہے جو آج کل ٹارگٹ کلنگ، خودکش دھماکے، اغوا برائے تاوان، مسجدوں اور مدرسوں میں بم بلاسٹ، یہ سب کے سب فساد فی الارض کی انواع ہے۔

تفسیری مختارات اور رجحانات

۱۔ مختلف اسلامی فرقوں کے ساتھ جماعت اہلسنت کے عقائد کے سلسلے میں جو اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں قلم اٹھاتے ہوئے بڑے بڑے اکابر علماء افراط و تفریط کا شکار ہو گئے ہیں بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر ایک دوسرے پر طعن و تشنیع اور سب و شتم کے بھی مرتکب ہوئے ہیں لیکن پیر صاحب اتنے وسیع القلب عالم دین ہیں کہ وہ ان مسائل پر بحث کرتے ہوئے اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور نہایت سنجیدہ و متین انداز میں زیر بحث مسئلے کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور اپنے قاری کو مطمئن کرتے ہیں، بعض اوقات پہلے مخالفین کا کلام نقل کرتے ہیں اور کامل دیانتداری سے فریق مخالف کے موقف کو بیان کرتے ہیں پھر زوردار دلائل سے اپنا نکتۂ نظر بیان کرتے ہیں اور آخر میں نہایت خلوص و دل سوزی سے مخلصانہ بات کے ساتھ مخالفین کو دعوت فکر دیتے ہیں۔

آیت مبارکہ "وان المسجد لله فلا تدعوا مع الله احدا" کے تحت ارقام فرماتے ہیں بعض لوگ مسجد میں حضور

کریم ﷺ کی نعت شریف پڑھنے کو بھی نا جائز کہتے ہیں اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم ان کی توجہ ان متعدد مجالس کی طرف منعطف کراتے ہیں جبکہ حضرت حسان بن ثابتؓ کیلئے حکم نبوی ﷺ کے مطابق منبر رکھا جاتا اور وہ اس پر کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت میں اپنے مدحیہ اور نعتیہ قصائد پڑھا کرتے تھے، ان کے علاوہ کئی دیگر شعراء مثلاً سواد بن قارب، حضرت زہیر، حضرت عباسؓ جیسے نامور اکابر مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے سامنے اپنے نعتیہ قصائد پیش کرتے، حضورؐ خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

باقی رہا درود و سلام، اللہ تعالیٰ کے محبوب کی تعریف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی حمد ہے، جس نے اپنے محبوب کو ان بیشمار کمالات سے متصف کر کے مبعوث فرمایا۔ **(۱۶)**

درج بالا سطور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس اختلافی مسئلہ کو پیر صاحب نے کس معتدل اور نفیس انداز میں واضح فرما کر صحیح روش اپنانے کی دعوت دی ہے۔

۲۔ پیر صاحب ایصال ثواب کے مروجہ مفہوم کے قائل ہیں۔ ان کی یہ بحث سورۃ نجم کی آیت نمبر ۳۹ کی تفسیر میں ہے، جو تقریباً چھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ بحث کے آخر میں ایک نوٹ ہے کہ اس آیت کی تشریح میں ایصال ثواب کے بارے میں جو احادیث درج کی گئی ہیں اور جو آثار نقل کئے گئے ہیں وہ سب تفسیر مظہری سے ماخوذ ہیں۔ **(۱۷)**

۳۔ پیر صاحبؒ جس دور میں اپنی تفسیر لکھ رہے تھے اس دور میں فتنۂ انکار سنت کی حشر سامانیاں پورے عروج پر تھیں۔ چنانچہ پیر صاحب نے حجیت حدیث پر اپنی مستقل تصنیف ''سنت خیر الانام'' کے باوجود تفسیر ضیاء القرآن میں جا بجا اس فتنہ کے رد میں اپنا قلم اٹھایا اور سیر حاصل گفتگو کر کے تمام اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ **(ضیاء القرآن ۵، صفحہ ۱۰،۱۱)** **(ضیاء القرآن ۱، صفحہ ۹۵)**، **(ضیاء القرآن ۲، ۵۷۲، ۵۷۳)** **(ضیاء القرآن ۱، ۲۲۳)** **(ضیاء القرآن ۱، ۳۵۶، ۳۵۷)** **(ضیاء القرآن ۲، ۱۳۸)** **(ضیاء القرآن ۱، ۳۷)** ان تمام حوالہ جات کے بغور مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائیگی کہ دینی امور میں رسول ﷺ کے اقوال و افعال وحی الٰہی کے تابع تھے اس لئے اطاعت رسول کا مفہوم اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ حدیث و سنت کی نسبت جب رسول خدا کی طرف ثابت ہو جائے تو اس پر بھی قرآن کی طرح ہی عمل کرنا ضروری ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے مختلف آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے قارئین کے سامنے جو دلائل پیش کئے ہیں اس سے ''ضیاء القرآن'' کے قارئین پر حدیث رسول کی اہمیت و حجیت پوری طرح واضح ہو جائیگی۔

۴۔ طعام اہل کتاب کے تعلق سے پیر صاحب نے لکھا ہے:

> ''یہاں طعام سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں ذبح کیا جاتا ہے یعنی وہ جانور جسے کسی یہودی اور نصرانی نے ذبح کیا ہو، اس کا کھانا مسلمان کیلئے حلال ہے اگر ذبح کے وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو پھر سب ائمہ اس کے حلال ہونے پر متفق ہیں لیکن اگر وہ عزیر اور مسیح علیہما السلام کا نام لیکر ذبح کریں تو پھر کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق بہترین قول وہ ہے جسے صاحب روح المعانی نے حسنؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر تو خود سنے کہ اس

نے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو اسے نہ کھا اور اگر تو نے خود نہیں سنا تو پھر حلال ہے''(۱۸)

یہاں پیر صاحب نے جس قول کو بہترین کہا ہے وہی ان کا مختار ہے۔

قرآن فہمی

انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (الفتح / ۱، ۲)

یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرمادے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

یہ ترجمہ روایت سے بالکل ہٹ کر ہے اور بہت بہترین ترجمہ ہے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم (توبہ / ۱۲۸)

بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

پیر صاحب یہاں ''حریص'' کا ترجمہ بہت ہی خواہشمند سے کیا ہے اور قرآن کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے مقام نبوت اور شان نبوت کا بھی لحاظ رکھا ہے۔

وکفی اللہ المومنین القتال ۔ (احزاب / ۲۵)

اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے پہلے۔

یہاں کفی کا معنی ''بچا لیا'' کر کے قرآن کے مفہوم کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ گویا آیت کے مجموعی مفاد کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہ ترجمہ بہت دلکش اور مطابق واقعہ ہے۔

انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر (سورہ کوثر / ۱۰۸، ۱۔۳)

دیگر مترجمین سے:

صرف مولانا امین احسن اصلاحی کا ترجمہ نقل کر رہا ہوں کیونکہ وہ معاصرین میں سے ہیں۔ جس دور میں ایک مترجم احترام کیلئے مستعمل الفاظ استعمال کر رہا ہے اسی دور میں دوسرا ایسے الفاظ استعمال نہیں کر رہا۔

''ہم نے تم کو بخشا کوثر تو اپنے خداوند ہی کی نماز پڑھو اور اسی کیلئے قربانی کرو۔ تمہارا دشمن ہی منقطع ہوگا''(۱۹)

اب دیکھئے کہ جمال القرآن میں ''تم''، ''تو'' اور ''تمہارا'' کیلئے کیا الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور کن میں احترام و محبت کا

جذبہ نظر آتا ہے۔

بے شک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حدو بے حساب عطا کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کی اور قربانی دیں (اس کی خاطر) یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام (ونشان) ہوگا۔

ووجدک ضالا فھدیٰ. (الضحیٰ/ ۹۳، ۷)

اسی طرح سورۃ الضحیٰ کی اس آیت میں "ضالاً" کا ترجمہ شاہ رفیع الدین نے "راہ بھولا" شاہ عبدالقادر اور محمود الحسن نے "بھٹکتا" فتح محمد جالندھری نے "راستے سے ناواقف" عبدالماجد دریا آبادی نے "بے خبر" جیسے الفاظ سے کیا مگر یہ سارے الفاظ شریعت اور مقام نبوت کی مقصدیت کو پورا نہیں کرتے اور ان الفاظ کی نسبت حضورﷺ کی طرف کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ پیر جسٹس محمد کرم شاہ الازہری کا ترجمہ ضالاً اور ھُدیٰ دونوں الفاظ کی مقصدیت کو ظاہر کرتا ہے۔ پیر صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا"

جدید تحقیقات

پیر صاحب اپنی تفسیر میں دور جدید کی تحقیقات بھی جدید محققین کی آراء کی روشنی میں بیان کرتے ہیں اور یہ خصوصیت اس تفسیر کو جہاں ایک طرف جدید تفسیر بناتی ہے، وہاں مؤلف کی وسعت نظر اور تحقیقی ذوق کی بھی مکمل آئینہ داری کرتی ہے۔ عام طور پر مفسرین کرام قدیم علماء کی تحقیق پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور بہت کم حضرات ایسے ہیں جو دور جدید کی تحقیقات کو اپنی تفاسیر میں جگہ دیں مگر پیر صاحب نے جابجا حوالہ جات دے کر جدید تحقیقات کو متعارف کرایا ہے۔

۱) ولقد جعلنا فی السماء بروجا ...... فاتبعہ شھاب مبین.

درج بالا آیات کریمہ میں شہاب مبین (ظاہر آگ کا ٹکڑا) کا ذکر آیا ہے، اس سلسلے میں پیر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"جدید علم فلکیات کے ماہرین خود بھی وثوق سے اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے وہ کہتے ہیں کہ آج تک ہم اپنی تحقیق سے جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ کہ نظام شمسی کا کوئی چھوٹا سا تارا ٹوٹتا ہے، جس کے اجزاء جب ہوا کے کرہ میں داخل ہوتے ہیں تو رگڑ سے بھڑک اٹھتے ہیں" (۲۰)

پیر صاحب اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں قلمبند فرماتے ہیں:

جب تک یونانی علم ہیئت کے زیر اثر ہم یہ سمجھتے رہے کہ زمین سے خشک بخارات اٹھتے ہیں اور جب وہ کرہ ناری کے قریب پہنچتے ہیں تو بھڑک اٹھتے ہیں۔ انہیں جلنے والے بخارات کو شہاب ثاقب کہا جاتا ہے تو ہمیں قرآن کریم کی ان آیات کا مفہوم بیان میں بڑی دقت پیش آتی تھی لیکن جدید تحقیقات سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ شہاب ثاقب نظام شمسی سے ٹوٹنے والے کسی ستارے کا جدا شدہ ٹکڑا ہے تو اب معاملہ بہت حد تک واضح ہو گیا۔ (۲۱)

۲) فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک.

اس آیت کے تحت تفہیم القرآن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

موجوں نے فرعون کے بے روح جسم کو اٹھا کر ایک ٹیلے پر پھینک دیا، یہ جگہ آج بھی جبل فرعون کے نام سے مشہور ہے اور وہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں فرعون کی لاش کو سمندر نے پھینکا تھا۔ چنانچہ ماہرین آثار قدیمہ نے مصر کے شاہی قبرستانوں سے متعدد ممی شدہ لاشیں نکالی ہیں جو محفوظ ہیں۔ مصر کے عجائب گھر (دارالآثار) میں ایک لاش موجود ہے، جس کے متعلق ماہرین کا خیال ہے کہ یہ فرعون موسیٰ (رعمیس ثانی) کی لاش ہے۔ ۱۹۰۷ء میں سرگرافٹن ایسٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں، تو اس کی لاش پر نمک کی تہہ جمی ہوئی تھی، جو کھارے پانی میں اس کی غرقابی کی ایک علامت تھی۔" (۲۲)

۳) فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا.

تفسیر ماجدی کے حوالے سے اس آیت کے تحت پیر صاحبؒ رقمطراز ہیں:

"جب "تیہ" کے ریگستان میں بنی اسرائیل پیاس سے تڑپنے لگے تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں پانی کیلئے عرض کی، حکم ہوا فلاں پتھر پر اپنا عصا مارو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں ہی کیا اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، وہ چٹان اب تک جزیرہ نمائے سینا میں موجود ہے۔ پادری ڈین شیلے Dean (Stanley) نے انیسویں صدی کے وسط میں بائبل کے مقامات مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کی اور خود فلسطین کی سیاحت کی اور اپنے مشاہدات و تحقیقات کو (SinaiPalestine) کے نام شائع کیا ہے اس میں اس چٹان کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"یہ چٹان دس اور پندرہ فٹ کے درمیان بلند ہے، آگے کی طرف ذرا خمیدہ ہے اور آس سلسلہ کے قریب "ریفا" کے وسیع وادی میں واقع ہے" (۲۳)

خاتمہ

زیر نظر مضمون میں پانچ پہلوؤں سے مختصر جائزہ لیا گیا ہے کہ ضیاء القرآن پر گفتگو کے مزید گوشے اور پہلو ابھی باقی ہیں فی الحال اسی پر اکتفاء ہے۔ اس اظہار واقعی کے ساتھ کہ کسی بھی تفسیر کو قرآن کی کامل، جامع، حتمی اور آخری تفسیر قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی تفسیر ہر طرح کے عیب اور نقص سے پاک ہے یہ وصف صرف اور صرف وصف قرآنی ہے۔ ذلک الکتاب لاریب فیہ سو میں اسی پر اختتام کرتا ہوں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ جمال کرم ج:۱ص:۱۲۵

۲۔ حوالہ سابق ج:۱ص:۱۲۵

۳۔ اس وقت فاضل عربی کا امتحان یونیورسٹی کی زیر نگرانی ہوتا تھا۔

۴۔ ڈاکٹر احمد شبلی، محمد حسین خان زبیری: تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۲ء

۵۔ ماخوذ مجلہ جمال کرم شوال ۱۴۲۹ھ تا ربیع الاول ۱۴۳۰ھ صفحہ ۲۱تا۲۲

۶۔ حوالہ سابق صفحہ ۲۲

۷۔ صفحہ نمبر ۱۱ مقدمہ تفسیر ضیاء القرآن

۸۔ صفحہ نمبر ۱۱ مقدمہ تفسیر ضیاء القرآن

۹۔ صفحہ نمبر ۸ مقدمہ تفسیر ضیاء القرآن

۱۰۔ النساء آیت نمبر ۸۹

۱۱۔ صفحہ نمبر ۱۲تا۱۵ ماخوذ از ترتیب القرآن ضیاء القرآن

۱۲۔ جلد اول، سورۃ نساء، صفحہ ۳۱۱تا۳۱۸، حاشیہ ۷

۱۳۔ جلد دوم، سورۃ اعراف، صفحہ ۲۱تا۲۲، حاشیہ ۳۲

۱۴۔ جلد دوم، سورۃ اعراف، صفحہ ۵۳، حاشیہ ۱۰۶

۱۵۔ جلد دوم، سورۃ اعراف، صفحہ ۳۹، حاشیہ ۷۵

۱۶۔ جلد پنجم، ص ۳۹۳

۱۷۔ سورۃ نجم، حاشیہ نمبر ۴۰

۱۸۔ جلد اول، سورۃ مائدہ، صفحہ نمبر ۴۴۴، حاشیہ ۱۸

۱۹۔ تدبر قرآن، جلد ۸، صفحہ ۵۸۷

۲۰۔ جلد دوم، سورۃ نحل، صفحہ ۵۴۴، حاشیہ ۱۷

۲۱۔ جلد دوم، سورۃ حجر، صفحہ ۵۳۵، حاشیہ ۱۸

۲۲۔ جلد دوم، سورۃ یونس، صفحہ نمبر ۳۳۸تا۳۳۹، حاشیہ ۱۴۲

۲۳۔ جلد اول، سورۃ بقرہ، صفحہ نمبر ۶۰تا۶۱، حاشیہ ۷۹